پروفیسر محمد یحییٰ :

علامہ بیضاویؒ اور اُن کی تصانیف

علامہ بیضاوی کا نام عبداللہ بن عمر اور کنیت ابوالخیر ہے ۔ زرکلی، فرید وجدی اور حاجی خلیفہ نے کنیت ابو سعید لکھی ہے[1]۔ مولانا ذوالفقار احمد نے ابوسعید کنیت بیان کی ہے[2] ان کی نسبت البیضاوی، الشیرازی، الفارسی، الاشعری، الشافعی اور لقب ناصر الدین ہے۔

نسب نامہ :

احمد زرکوب شیرازی نے جو نسب نامہ "شیراز نامہ" میں تحریر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔ القاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن القاضی امام الدین ابوالقاسم عمر بن قاضی القضاۃ السعید فخر الدین ابی عبداللہ محمد بن قاضی صدر الدین ابی الحسن علی البیضاوی[3] علامہ سبکی[4]، جلال الدین سیوطی[5]، ابن عماد[6]، قاضی شہبہ[7] اور مرزا محمد باقر[8] نے بھی زرکلی کا ہی سلسلہ نسب بیان کیا ہے۔ البتہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں[9] اور جرجی زیدان[10] نے عبداللہ بن عمر

---

[1] Elliet : History of India V2. P.249 الاعلام؛ زرکلی ۱۱۰/۴
کشف الظنون ۲/۱۸۶ ۔

[2] مرآۃ التفسیر : ذوالفقار احمد ص ۵۶

[3] شیراز نامہ : زرکوب ص ۱۳۶

[4] طبقات الشافعیہ الکبریٰ : سبکی ج ۵ ، ص : ۵۹

[5] بغیۃ الوعاۃ ص : ۲۸۶

[6] شذرات الذہب : ۵/۹۲

[7] طبقات الشافعیہ ورق ۸۳ ب [8] روضات الجنات ص : ۶۳۵

[9] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۶/۵۹۰ [10] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۳/۲۴۶

بن محمد بن الشیرازی[11] نقل کیا ہے ۔

مذکورہ بالا روایت میں امام بیضاوی کا نسب نامہ تقریباً ایک سا ہے ۔ البتہ یہ دو کلمات نے نام عبداللہ کی بجائے علی لکھنے سے جو لوجوہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ ان دونوں میں احمد زرکوب شیرازی کی روایت زیادہ معتبر ہے ۔ اس لیے کہ احمد زرکوب نے بیضاوی کا زمانہ پایا ہے اور وہ اس کے ہم عصر ہیں ۔ پھر وہ اپنی شیراز کی تاریخ میں جس انداز سے علامہ بیضاوی اور اُن کے والد کا حال لکھتے ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ملاقات علامہ بیضاوی سے ہوئی ہے ، اگرچہ ظاہراً کہیں ملاقات کا ثبوت نہیں ملتا مگر زرکوب کی روایت زیادہ ثقہ مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کی ہے لہذا یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ۔

بیضاوی کی نسبت بیضا قصبہ میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہے اور شیرازی اس لیے ہے کہ ان کے والد بزرگوار عرصۂ دراز تک شیراز میں قاضی القضاۃ رہے اور خود بیضاوی بھی شیراز میں پہلے قاضی پھر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے ۔ چونکہ بیضا اور شیراز[12] دونوں فارس (ایران) میں ہیں اس لیے ان کو الفارسی کی نسبت سے بھی لکھا جاتا ہے ۔ شافعی مسلک کی وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں[13]

ولادت :

ساتویں صدی ہجری کے اختتام اور آٹھویں صدی کے اوائل کا زمانہ تاریخ اسلام کا نہایت ہی نازک زمانہ تھا اور مرکزیت زوال پذیر تھی ۔ اس صدی میں عباسی عہد کا ٹمٹاتا ہوا چراغ بھی گل ہوگیا تھا ۔ تاتاریوں کے سیلاب نے نہایت تیزی کے ساتھ عباسی حکومت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ۔ اس دور سیاہ میں علامہ بیضاوی نے ایک خوشحال گھرانے میں جنم لیا ۔ ان کا خاندان علمی اعتبار سے مشہور تھا ، جس کا اثر قدرتاً علامہ پر ہوا ۔ چنانچہ وہ بھی علمی دُنیا میں آفتاب بن کر چمکے اور ان کی روشنی چہار دانگ عالم میں پھیلی ۔

بیضاوی اپنی تصنیفات اور خصوصاً تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل المعروف البیضاوی کی وجہ سے جتنے مشہور و معروف ہوئے ۔ اتنے ہی ان کی زندگی کے حالات تاریکی کی دبیز تہوں میں چھپے ہوئے

---

[11] الاعلام : زرکلی ۴/۱۱۰

[12] الکنی والالقاب ۲/۱۰۳

[13] مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ص : ۲۲۰

ہیں۔ اگر تھوڑے سے حالات ملتے بھی ہیں تو اس سے بھی ان کی زندگی کا صرف ایک ہلکا سا خاکہ سامنے آتا ہے۔ علامہ کا سنِ ولادت معلوم نہیں ہو سکا حتی کہ ان کے مقدمات میں بھی جو انھوں نے اپنی تصنیفات پر تحریر کیے ہیں، اس کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ سن ولادت پر ہی کیا موقوف ہے۔ سنِ وفات میں بھی کافی اختلاف ہے۔

علامہ کا ذکر تاریخ میں اس وقت سے ملتا ہے جب پہلی بار عہدِ قضا پر متمکن ہوتے ہیں۔ اس سے اگر ان کی قاضی بننے سے پہلے کی عمر کا تعین کرنے کی کوشش کریں تو تاریخ اور کتب سیر سے پتا چلتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار عمر بن محمد اپنی وفات کے وقت (۶۷۳ھ) میں شیراز کے قاضی القضاۃ تھے۔ علامہ بیضاوی کو جو شیراز میں اس وقت قاضی تھے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ احمد زرکوب کے الفاظ میں "والد کی وفات سے تین سال قبل علامہ قاضی کے عہدے پر کام کرتے نظر آتے ہیں، لہذا ممکن ہے قاضی بننے کے وقت ان کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ علمی خاندان کا چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے خوابیدہ صلاحیتوں کو جلدی جلا مل گئی ہو اور اس وقت ان کی عمر چالیس سے کم ہو۔

حصول علم :

بیضاوی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد قاضی امام الدین ابوالقاسم عمر بن فخر الدین محمد بن صدرالدین علی بیضاوی سے حاصل کی۔ وہ اس عہد کے بہت بڑے عالم تھے۔ علامہ کے اساتذہ میں ان کے والد کے سوا اور کسی کا نام نہیں ملتا اور نہ یہ پتا چلتا ہے کہ انھوں نے حصول علم کے لیے کہاں کہاں کے سفر کیے۔ البتہ ان کے والد بزرگوار کا سلسلۂ تلمذ دو واسطوں سے امام غزالی سے ملتا ہے جو شافعی المسلک تھے لہذا امام غزالی کے نظریات اور تعلیمات ان تک پہنچے۔

خاندان :

علامہ بیضاوی نے خوش حال گھرانے میں جنم لیا جیسا کہ ان کے نسب نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدۂ قضا ان کے خاندان میں آبا و اجداد سے چلا آرہا تھا، اس لیے ان کا خاندان مالی اعتبار سے خوش حال ہوگا۔ "بیضا" کا علاقہ انتہائی سرسبز و شاداب اور زرخیز تھا، اور وہاں کے سب لوگ خوش حال تھے۔ اس طرح انھوں نے ایک خوش حال، پرہیزگار اور پابندِ شرع گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد اور دادا قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے، گویا قاضی القضاۃ کا عہدہ ان کے خاندان میں وراثتاً چلا آرہا تھا

اور یہ لوگ اصحابِ علم اور خادمانِ دین تھے۔

علاّمہ کے والدِ محترم:

ان کے والد کو اُن کی شرافت اور اتقا کی وجہ سے "امام الدین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ مقتدائے ائمہ، افاضلِ عصر اور علامۃ الدہر تھے[۱۴] بہت بڑے عالم اور علم الاصول کے ماہر تھے۔ علاّمہ کو آسمانِ علم پر جو درخشندگی نصیب ہوئی وہ محض ان کی ذاتی کوشش اور خوبی نہ تھی، بلکہ یہ دانش و بینش اُنھوں نے اپنے متقی اور پرہیزگار والد سے وراثتاً پائی تھی۔ ان کے والدِ محترم عمر بن محمد اتابک سعد زنگی کے عہدِ حکومت میں فارس کے قاضی القضاۃ تھے[۱۵] اور طویل مدت تک اس عہدے پر فائز رہے اور احکام قضا احسن طریق سے سرانجام دیتے رہے[۱۶]

ان کے والد نہایت متدین، خود دار اور پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے۔ خوفِ خدا کا اس حد تک طبیعت پر غلبہ تھا کہ عدل و انصاف میں ہمیشہ قرآن و حدیث کو مشعلِ راہ بنائے رکھا۔ شیراز میں جب کہ وہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے ۶۷۳ھ میں اچانک بیمار ہوئے اور چند دن موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُنھیں مدرسہ مقری واقع شیراز میں دفن کیا گیا۔ والد کی وفات کے تین سال بعد تک علاّمہ بیضاوی قاضی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور پھر اُنھیں قاضی القضاۃ کے عہدے پر ترقی دے دی گئی[۱۷]

شادی اور اولاد:

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا، علاّمہ بیضاوی کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور اگر خود ان کے حالات ملتے بھی ہیں تو ان کی اولاد کا ذکر کہیں نہیں ملتا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے شادی کی ہوگی، لیکن اولاد نہیں ہوگی یا پھر اولاد تو ہوئی مگر علاّمہ زمخشری کی اولاد کی طرح باپ کے نقشِ قدم

---

[۱۴] شیراز نامہ: زرکوب ص: ۱۳۶

[۱۵] انسائیکلو پیڈیا اردو فیروز سنز۔ لاہور۔ ص: ۳۵۹

[۱۶] شیراز نامہ: زرکوب، ص: ۱۳۶

[۱۷] ایضاً

پر نہیں چلی - یہ بھی ممکن ہے کہ شادی بیاہ کے جھنجٹ میں پڑے ہی نہ ہوں اور عمر بھر علمی زندگی ہی میں مشغول رہے ہوں - اس مفروضے کو ان کی آخری عمر میں ان کی تجرد پسندی سے تقویت ملتی ہے -

علاّمہ کی شخصیت :

ناصر الدین بیضاوی علوم عقلیہ و نقلیہ کے اس درخشندہ و تابندہ ستارے کی مانند ہیں جو کسی روشن ستارے کے پیچھے طلوع ہوا ہو اور اس کے بعد ایک اور ستارہ فلک کی نیلگوں وسعتوں میں طلوع ہو کر اپنا کام شروع کر دے -

نجوم سماءٍ کلما انقض کوکب
بدا کوکب تاوی الیہ کواکبہ

"یعنی اہلِ علم رہنمائی میں آسمان کے ستارے ہیں - جب ان میں سے ایک گرتا ہے تو دوسرا ان کی جگہ لے لیتا ہے اور اس کے اردگرد دوسرے ستارے جمع ہو جاتے ہیں -"

شمع سے شمع روشن ہوتی ہے - امام ابو حامد محمد بن حامد حجۃ الاسلام الغزالی کی جلائی ہوئی شمعِ علم سے امام معین الدین ابو سعید منصور بن البغدادی نے روشنی حاصل کی، اور ان سے علامہ مجیر الدین محمود بن ابی المبارک البغدادی نے ضیائے علم کا حصول کیا اور پھر علامہ کے والد بزرگوار امام قاضی القضاۃ امام الدین عمر بن محمد کے آگے شمع رکھ دی - اب علامہ بیضاوی کی باری آئی اور ان کی شخصیت نے امام غزالی کے سو سال بعد ان کی غائبانہ شاگردی کا شرف حاصل کیا اور اپنے والد ہی سے فیض یاب ہوئے -

خوش حال گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی، لیکن طبیعت میں سادگی کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا - وہ نخوت و رعونت اور تکبر جو خوش حال خاندان کے فرزندوں کا خاصّہ ہے، ان میں بالکل نہ تھا - خود نمائی ان کے قریب تک نہ پھٹکی تھی - ان کی اس سادگی اور عجز و انکساری کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے کیا جا سکتا ہے -

جب وہ پہلی دفعہ تبریز تشریف لے گئے تو وہاں ان کو کسی مدرس کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا - از راہِ تواضع نہایت ادب سے آخری صف میں بیٹھ گئے، جہاں ان کو کوئی بھی جاننے والا نہ تھا - ان کا یوں خاموشی سے آخری صف میں بیٹھ جانا جہاں ان کی سادگی اور شانِ استغنا پر دلالت کرتا ہے وہاں ان کے با اصول ہونے کی بھی دلیل ہے - کیونکہ اگر وہ اپنی اہمیت کی خاطر لوگوں کے درمیان

سے راستہ بناکر آگے بیٹھنے کی کوشش کرتے تو درس میں خلل واقع ہوتا اور ایسا کرنا اخلاقی اور اصولی طور پر غلط تھا، نیز ان کے با اصول ہونے، دین کی تعظیم و احترام درس کا بھی پتا دیتا ہے، اور پھر درس میں شمولیت کرنا ان کے ذوق و شوقِ علمی کا بھی واضح ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔

مدرس محو درس تھا اور اسے کوئی خبر نہ تھی کہ ایک یگانہ روزگار اور نادرالوجود شخصیت اس کے حلقۂ درس میں شریک ہے۔ عالم موصوف کو اپنی علمیت پر بڑا ناز تھا، چنانچہ اثنائے درس میں بڑے طمطراق سے طلبا کے سامنے ایک نکتہ بیان کرنے کے بعد فرمایا، کون ہے جو اس کا صحیح جواب دے سکتا ہو؟ یا اگر جواب نہ دے تو کم از کم سوال کے صحیح الفاظ ہی دہرا دے؟ سوال کے اختتام پر علامہ بیضاوی نے جواب دینا چاہا تو مدرس نے کہا یہ تو اس وقت قبول ہو سکتا ہے جب پہلے یہ علم ہو کہ آپ سوال سمجھے بھی ہیں؟ علامہ نے فرمایا: اس سوال کا صرف مطلب واضح کروں یا اسے لفظ بہ لفظ دہراؤں؟ مدرس نے کہا بعینہٖ اس کا اعادہ کرو۔ چنانچہ علامہ بیضاوی نے پہلے لفظ بہ لفظ اسے دہرایا، پھر ساتھ ہی مدرس پر تنقید کی اور اس کی تصحیح بھی خود ہی کی۔ پھر ایک سوال اپنی طرف سے مدرس موصوف کے روبرو پیش کیا اور جواب کی دعوت دی۔ مدرس معذرت خواہ ہوا۔ اتفاق سے اس مجلس میں بادشاہ کا وزیر بھی موجود تھا، اس نے سائل سے ان کا تعارف چاہا۔ آپ نے فرمایا مجھے بیضاوی کہتے ہیں۔ آپ کا نام اور شہرتِ عام معلوم کر کے وزیر نے آپ کو اپنے قریب جگہ دی، بہت زیادہ عزت سے نوازا اور خلعت فاخرانہ عطا فرمائی[۱۸]

علمی اور ادبی کارنامے:

علم ایک ایسا محور ہے جس کے گرد تعلیم و تدریس آفتاب اور تصنیف و تالیف کے مہتاب عقلِ انسانی کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔ ذوق و شوق بشریہ سے ان کی روشنی میں چند ضیا دینے والی ضیا پاشیاں جنم لیتی ہیں۔

علامہ بیضاوی میں تحصیل علم کی خواہش جنون کی حد تک تھی جس کی وجہ سے انھوں نے دنیائے علم و ادب میں ایسے ایسے تالیفاتی کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ عقل حیران ہے۔ ان کی تمام تالیفات خالصتاً علمی ہیں۔ وہ ہر صنفِ علم کے ماہر تھے۔ ہر موضوع پر ان کی تصانیف ملتی ہیں۔ زندگی نے انھیں درس و تدریس

---

۱۸ بیضاوی: انوار التنزیل و اسرار التاویل، ص: ن

کے لیے فراغت ہی فراغت عطا کی تھی، لہذا انھوں نے اس فراغت کا بہترین استعمال کیا۔ وہ اپنی ہر تالیف میں منقول و معقول کی روشنی میں اصولی اور فروعی مسائل کو حل کرتے ہیں [۱۹]

بیضاوی ایک حلیم الطبع قاضی تھے اور ان کی ذات میں وہ تمام خصوصیات سمٹ آئی تھیں جو ایک اعلیٰ پائے کے قاضی کے شایانِ شان ہوتی ہیں۔ وہ امام بھی ہیں اور عالم بھی، مفسر بھی اور محدث بھی، فقیہہ بھی اور متکلم بھی۔ غرضیکہ وہ ایک بہترین مصنف اور انتہا درجے کے فصیح و بلیغ ہیں۔ ان کی تحریر کی شگفتگی اور شستگی بے مثال ہے۔ ان کی تالیفات میں ایجاز بھی ہے اور اعجاز بھی [۲۰] ناقدین کے نزدیک بعض چیزیں تشریح طلب ہوتی ہیں مگر علامہ اس میں بالکل منفرد نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریر میں اس طرح کا اختصار پایا جاتا ہے کہ جس میں ہزاروں مسائل صرف نکتوں سے حل ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان کی شخصیت ایک عظیم مفکر کی ہے جو اپنے نظر و فکر کو دوسروں تک کم سے کم الفاظ میں پہنچا دیتا ہے۔

ذوقِ شعری:

ان کی تصنیفات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ وہ شعر و شاعری سے دُور تھے۔ شعر و ادب پر کوئی ٹھوس اور مستقل کتاب سپردِ قلم نہیں کی۔ لیکن ان سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ علامہ موصوف نے کبھی کوئی شعر یا ادبی نکتہ بیان نہیں کیا۔ اگرچہ خود زندگی بھر کوئی شعر نہیں کہا، لیکن اپنی تالیفات میں عموماً اور تفسیر میں خصوصاً کتبِ ادب اور دواوین شعر سے کئی چیزیں اخذ کیں جو تشریح الفاظ و معنی کے لیے بطور استشہاد پیش کیں۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ وہ شعر فہمی کا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے شعرا کے کلام کو صحیح مواقع پر استعمال کیا ہے۔

خوفِ خدا: خوفِ خدا اور عشقِ الٰہی ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دینی مسائل کو حل کرتے وقت جہاں کوئی الجھن پیدا ہو جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہی خوفِ خدا اور یہی عشقِ الٰہی ہے کہ مبادا کوئی خلافِ شرع بات زبانِ قلم پر آجائے۔

تفسیر کے مطالعے سے ان کے مضبوط دینی کردار کا نقشہ نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے، وہ خود

---

۱۹ خواندمیر: حبیب السیر ۳/۷۷

۲۰ دائرۃ المعارف اردو ۵/۲۸۷

شافعی المسلک تھے لیکن دوسرے مسالک کو بھی نظر استحسان سے دیکھتے ہیں اور جس بات کو کمزور سمجھتے ہیں خواہ وہ شافعی مسلک سے متعلق ہو اسے ترک کر دیتے ہیں۔ وہ حتی الامکان یہ کوشش کرتے تھے کہ زندگی کا ہر گوشہ احکام خداوندی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مطابق ہو۔

تبریز جاکر تو انھوں نے تجرد پسندی کو کلی طور پر اختیار کر لیا تھا اور محمد بن محمد الکنجانی کے ساتھ وابستہ ہوکر رہ گئے۔[۲۱]

تصانیف:

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا تبحر علمی کا ثبوت ان کی تصانیف سے ملتا ہے۔ چونکہ وہ قانون دان تھے اس لیے ان کی زیادہ تر کتابیں انھی علوم میں ہیں مگر نحو، لغت، معانی، بیان، تصوف، حدیث، تفسیر اور تاریخ وغیرہ میں بھی بہت سی کتابیں تحریر کیں جن میں سے بہت کم طبع ہوئی ہیں اور اب اکثر کا تو وجود ہی نہیں ملتا۔ ان کی کتابوں کی تعداد اور ان کے ناموں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مختلف روایات کو جمع کرنے سے ان کی کل بائیس کتابوں کا پتا چلتا ہے، جن میں سے طبع کم ہوئی ہیں۔ تمام کتابیں علوم متداولہ پر ہیں جن میں تفسیر، حدیث، فتاویٰ، ادب، نحو، لغت، منطق، ہیئت، جبر و مقابلہ، ریاضی اور سیاسیات شامل ہیں[۲۲] جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر)

۲۔ منہاج الوصول الی علم الاصول (فقہ)

۳۔ لب اللباب فی علم الاعراب (صرف و نحو)

۴۔ نظام التاریخ مرتبہ سید منصور حسین مع اردو حواشی حیدر آباد دکن ۱۹۳۰ء

۵۔ الغایۃ القصوی فی درایہ الفتویٰ (دستاویز قانون)

۶۔ موضوعات العلم و تعاریفہا

۷۔ طوالع الانوار من مطالع الانظار (علم کلام)

۲۱ھ طرائق الحقائق: معصوم علی شاہ ۲/۲۶۴، روضات الجنات: محمد باقر ص: ۴۳۵

۲۲ھ شذرات الذہب ۵/۳۹۳

۸ - مصباح الارواح

۹ - مختصر الوسط للامام غزالی

۱۰ - شرح المصابیح فی الحدیث

۱۱ - تعلیقتہ علی مختصر ابن حاجب

۱۲ - شرح المحصول

۱۳ - ایضاح فی اصول الدین

۱۴ - شرح التنبیہ

۱۵ - شرح الکافیہ فی النحو

۱۶ - شرح المطالع

۱۷ - شرح المصابیح امام بغوی

۱۸ - شرح الاخلاق فی التصوف

۱۹ - شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول

۲۰ - شرح المنتخب لامام فخر الدین رازی

۲۱ - الایصاف فی شرح لشواہد

بحیثیت مفسر قرآن :

ہر مفسر قرآن کی تفسیر لکھتے وقت اپنا ایک خاص انداز اپناتا ہے، اور اپنے ذوق کے مطابق قرآن کے مطالب و معانی بیان کرتا ہے۔ بعض نے صرف احکام قرآن کو موضوع سخن بنایا جیسے ابو بکر جصّاص اور ابن العربی نے احکام القرآن کے تحت تفسیریں لکھیں۔ بعض نے فقہی مسائل کے استنباط و استخراج کو مطمح نظر بنا کر اس میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ بعض نے محدّثانہ رنگ اپنا کر اپنی تمام تر سعی صرف کردی اور انھیں جس قدر احادیث، اقوال صحابہ، اقوال تابعین اور اقوال سلف ملے ان کو جمع کردیا جیسے ابن جریر طبری، ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی نے اپنی تفاسیر میں مظاہرہ کیا ہے۔
بعض مفسرین نے مسائل فلسفہ اور دلائل عقلیہ سے تفسیریں لکھیں جیسا کہ فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر۔ بعض نے لغت اور زبانِ عربی کے خصائص پر عبور رکھنے کی وجہ سے نظم و نسق قرآن سے فصاحت

بلاغت کے نکات بیان کیے اور صرفی ونحوی استشہاد کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی نے بھی اپنے ذوق لسانی کی وجہ سے تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل جیسا شاہکار پیش کیا۔

تفسیر بیضاوی:

علامہ بیضاوی نے تفسیر لکھنے کا سلسلہ ۶۷۷ھ کے بعد تبریز میں شروع کیا اور اس تفسیر کی ترغیب ان کے روحانی پیشوا محمد بن محمد الکنجانی نے دی، چنانچہ انہی کے ایماپر اور ان کی خدمت میں رہ کر اپنی عظیم الشان تفسیر ضبط تحریر میں لائے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اور خفاجی نے حاشیہ علی تفسیر بیضاوی میں تفسیر لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے۔

فلما اتاہ علی عادتہ ان ھذا الرجل عالم فاضل یرید الاشتراک مع الامیر فی السعید یعنی انہ یطلب منکم مقدار سجادۃ فی النار وھی مجلس الحکم۔

فتاثر الامام البیضاوی من کلامہ وترک المناصب ولازم الشیخ الی ان مات وصنفہ التفسیر باشارۃ شیخہ [۲۳]

جب امام بیضاوی اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ وزیر مملکت کے پاس آئے تو ان کے پیرو مرشد نے وزیر سے کہا یہ عالم فاضل (بیضاوی) خلیفہ سے عہدہ کا طالب ہے یعنی وہ جہنم میں نشست مخصوص کروانا چاہتا ہے۔ امام بیضاوی پر اس کا بڑا اثر ہوا چنانچہ اس نے عہدے کی خواہش ترک کردی اور شیخ کی وفات تک ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے یہ شہرۂ آفاق تفسیر لکھی۔

روضات الجنات میں تفسیر کے تصنیف کرنے سے متعلق یوں بیان کیا گیا ہے:۔

علامہ بیضاوی جب تبریز پہنچے تو سب سے پہلا کام تفسیر لکھنے کا کیا اور وہ اس سے سلطان وقت کی قربت حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے سلطان کو کتاب پیش کی، سلطان نے کتاب کی عمدگی کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ اس کتاب کے بدلے میں جو جی چاہے مانگو! انھوں نے فرمایا

۲۳ھ حاجی خلیفہ: کشف الظنون ا ک ۱۸، خفاجی: حاشیہ علی تفسیر البیضاوی ص: ۱

اس کتاب کے بارے میں قضا بیضا عنایت کی جائے تاکہ اہل و عیال کی نگاہوں میں قابلِ احترام ٹھہروں جو مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کو قضائے بیضا تفویض فرمائی[۲۴]

علامہ بیضاوی نے جو وجہ تصنیف خود بیان کی ہے وہ یوں ہے:

"میں طویل عرصے تک اس ادھیڑ بن میں لگا رہا کہ فن تفسیر پر کوئی ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں ان تمام نکات کو قلم بند کیا جائے جنھیں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ان امور کا تفصیل سے ذکر ہو جس کا میں نے خود استنباط کیا ہے اور ساتھ ہی ان شہودات کو بھی بیان کروں اور کہیں کہیں قرأۃِ شاذہ کا بھی ذکر کروں اور اس کا حوالہ دوں، لیکن میری کوتاہ بینی اور کم ہمتی اور بے بضاعتی مانع رہی تا آنکہ ایک طویل عرصے کے بعد استخارہ کرنے سے مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ مجھے اپنے اس ارادے کو پورا کرنا چاہیے، لہٰذا میں نے اس کو پورا کر کے اس کا نام انوار التنزیل و اسرار التاویل رکھا۔"

تفسیر کی خصوصیات:

علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں متقدمین کی تفاسیر کی وہ تمام خوبیاں جن کی بنا پر وہ مشہور تھیں منتخب کیا اور حکمت و فلسفہ، فقہی مسائل، بلاغتی نکات اور قرأت کے اختلافات بیان کرنے کے باوجود نہایت ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے[۲۵] زبان شگفتہ اور شستہ، چچے تلے الفاظ و فقرات جو فصاحت و بلاغت کا نادر نمونہ ہیں۔ اکثر عبارتیں مسجع و مقفیٰ ہیں۔ ہر پہلو پر عالمانہ عقلی بحث کرتے ہیں۔ ایک فقیہہ کی طرح قانونی فیصلے اور فیصلوں میں احادیث سے استشہاد انتہائی خوبی سے کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک محدث، متکلم، فقیہہ، نحوی، لغوی معلومات کا انبار لگا رہا ہے۔ پھر اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ قرأتوں کا اختلاف ماہر قاری کی طرح بیان کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے بارے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ تفسیر زمخشری کی کشاف کی نہج پر لکھی گئی ہے۔ اس کا تجزیہ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب الاکسیر فی علوم التفسیر میں کیا ہے جو بہترین تجزیہ ہے۔

---

۲۴ روضات الجنات ص ۴۳۵، دائرۃ المعارف اردو ۵/۲۸۷

۲۵ دائرۃ المعارف اردو ۵/۲۸۷

"تفسیر بیضاوی ایک عظیم الشان کتاب ہے۔ اس تفسیر کے وہ مسائل جو معانی، بیان اور اعراب سے متعلق ہیں، زمخشری کی تفسیر الکشاف سے ماخوذ ہیں۔ وہ اقوال جن کا تعلق حکمت اور علم کلام سے ہے ان کا بڑا ماخذ امام رازی کی تفسیر کبیر ہے، جہاں تک اشتقاق کا تعلق ہے وہ امام راغب اصفہانی کی تفسیر سے ماخوذ ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے مسائل قاضی بیضاوی کی اپنی اختراع ہیں۔ اس تفسیر میں اُنھوں نے معقولات اور منقولات کے دقیق مباحث کو واضح کیا ہے۔" [۲۶]

مصادر تفسیر:

علامہ نے اپنی تفسیر کے مصادر کا کہیں واضح اظہار نہیں کیا، البتہ تفسیر کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مندرجہ ذیل مصادر سے خوشہ چینی کی ہے۔

کشاف: یہ علامہ زمخشری (متوفی ۵۲۸ھ) کی شہرہ آفاق تفسیر ہے۔ آپ نے اعراب و معانی اور علم بیان کا بیشتر حصہ اس سے لیا ہے جس کی وجہ سے بعض ناقدین بیضاوی کو کشاف ہی کا چربہ قرار دیتے ہیں۔

مفاتیح الغیب: یہ امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی ضخیم کتاب ہے۔ اس کی ضخامت کی وجہ سے اسے تفسیر کبیر بھی کہتے ہیں۔ بیضاوی نے اس کے حکمت و فلسفہ اور علم کلام سے استفادہ کیا ہے۔

تفسیر راغب: تفسیر القرآن یا تفسیر راغب امام راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۳ھ) ہے۔ بیضاوی نے اس سے اشتقاق، غوامض حقائق اور لطائف اشارات کا انتخاب کیا ہے۔

تفسیر ابن عباس:

تفسیر کشاف، ابن عربی، مفاتیح الغیب اور تفسیر راغب کے علاوہ تفسیر ابن عباس سے بھی بھرپور اکتساب کیا ہے جس کی جھلک تفسیر بیضاوی میں صاف نظر آتی ہے۔

---

[۲۶] نواب صدیق حسن خان: الاکسیر فی علوم التفسیر ص ۳۳-۳۴، اتجاہات التفسیر فی العصر الراہن د/عبد المجید عبد السلام المحتسب ص: ۲۵۲

حدیث :

بیضاوی کی تفسیر میں یہ صراحت کہیں نہیں ملتی کہ انھوں نے کن کن کتب احادیث نبویہ سے استفادہ کیا ، البتہ یہ ضرور پتا چلتا ہے کہ اُنھوں نے احادیث کی طرف رجوع کیا ۔ رُوِیَ اور قِیلَ کے الفاظ لکھتے سے ان کی مراد احادیث ہیں ۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق ، حضرت عمر بن خطاب ، حضرت ابوہریرہ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کرتے ہیں اور صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی کو بالخصوص مرکز توجہ واجب ٹھہراتے ہیں ۔

قرائت :

تفسیر بیضاوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علاقوں میں پائے جانے والے مصحف مثلاً مصاحف کوفہ ، مصاحف حرمین (مکہ و مدینہ) مصاحف بصرہ ان کے سامنے تھے ماہرین قرائت میں سے نامور قاریوں کے نام کا اکثر ذکر کرتے ہیں ۔

حمزہ ، نافع ، کسائی ، عاصم ، یعقوب ، ابوعمر ، ابن کثیر ، ابوبکر ہشام ، حفص ، ابن ذکوان اور قاضی باقون وغیرہ کا ذکر کتاب میں کیا گیا ہے ۔

لغت و نحو :

اصول لغت و نحو میں سیبویہ کو امام تسلیم کرتے اور ان سے استشہاد کرتے ہیں ۔ لغت میں لغت قریش اور لغت بنی تمیم کا اکثر ذکر کرتے ہیں ۔ معانی اور بیان میں سیبویہ کے ساتھ ان کے استاد اخفش کا بھی ذکر موجود ہے ۔

ادب :

ابوتمام کے حماسہ اور سبع معلقات کے اشعار سے استشہاد کیا گیا ہے ۔ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعرا ، کامل للمبرد کے حوالے بھی دیے گئے ہیں ۔

علامہ بیضاوی بحیثیت قانون دان :

علامہ بیضاوی مسلکاً شافعی تھے لیکن اُنھوں نے دیگر ائمہ کے مسالک کا بھی خوب مطالعہ کیا ہے ۔ ساری عمر عہدۂ قضا پر فائز رہے ، مختلف مقدمات ان کے سامنے پیش ہوئے ، ان کے فیصلے کیے اور اصول وضع کیے جس میں خوف خدا کو ہمیشہ پیشِ نگاہ رکھا اور اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا

کرتے رہے ۔

قبول عام ہونے کی وجہ :

تفسیر بیضاوی کے قبولیت عامہ کی وجہ جہاں اس کتاب کا اختصار ہے، وہاں اس کی جامعیت بھی ہے ۔ برصغیر پاک و ہند میں چونکہ زیادہ تر صرف ونحو اور بلاغت کا چرچا رہا، اس لیے یہاں اس سے زیادہ اعتنا کیا گیا اور یہ شامل درس ہوئی ۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علوم کے بغیر قرآن حکیم کی تعلیمات کا سمجھنا بہت مشکل ہے ۔ چونکہ علامہ موصوف نے اس تفسیر میں صرف و نحو کو بڑی اہمیت دی ہے اور تراکیب کے ساتھ قرآن کے بلاغتی پہلوؤں کو بھی واضح کرتے گئے ہیں اس لیے اس تفسیر کی بڑی مقبولیت ہوئی ۔

اس مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر جو حواشی لکھے گئے ہیں، ان پر پھر حواشی لکھے گئے ہیں اور ان حواشی پر تعلیقات لکھی گئی ہیں ۔ جن کی تعداد پچاس کے قریب ہے ۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب الاکسیر فی علوم التفسیر میں مندرجہ ذیل شروح، حواشی اور تعلیقات کا ذکر کیا ہے [۲۷]

حواشی و تعلیقات :

۱ ۔ نواہد الابکار و شواہد الافکار — سیوطی المتوفیٰ ۹۱۱ھ
۲ ۔ شیخ جمال الدین اسحاق قرمانی — المتوفیٰ ۹۳۳ھ
۳ ۔ ابوالفضل قرشی صدیقی خطیب المتوفیٰ ۹۴۰ھ
۴ ۔ شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائنی المتوفی ۹۴۳ھ
۵ ۔ شیخ سعداللہ بن عیسیٰ مشہور بسعدی آفندی المتوفیٰ ۹۴۵ھ
۶ ۔ شیخ سنان الدین یوسف بن حسام الدین المتوفی ۹۸۶ھ
۷ ۔ محمد بن عبدالوہاب مشہور بہ عبدالکریم زادہ المتوفیٰ ۹۷۵ھ
۸ ۔ شہاب الدین خفاجی آٹھ جلدوں میں

---

۲۷ ۔ الاکسیر فی علوم التفسیر: نواب صدیق حسن خان ص: ۳۳، ۳۴، ۴۵

۹ ۔ شیخ ابی بکر احمد بن صانع حنبلی المتوفی ۷۱۴ھ کتاب کا نام الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی
۱۰ ۔ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی المتوفی ۷۸۶ھ
۱۱ ۔ نورالدین حمزہ قرمانی المتوفی ۷۸۱ھ
۱۲ ۔ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی المتوفی ۹۵۱ھ
۱۳ ۔ شیخ مصلح الدین مصطفیٰ ابن ابراہیم معروف با بن التجید
۱۴ ۔ قاضی زکریا بن محمد انصاری مصری المتوفی ۹۱۰ھ (فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل)
۱۵ ۔ ملا عبدالسلام لاہور المتوفی ۱۰۳۷ھ
۱۶ ۔ شیخ مصطفیٰ ابن شعبان سروری المتوفی ۹۶۹ھ (ان کے دو حاشیے ہیں۔ الکبریٰ اور الصغریٰ)
۱۷ ۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب ۹۵۵ھ
۱۸ ۔ منار عوض المتوفی ۹۹۴ھ
۱۹ ۔ مصلح الدین لاری المتوفی ۹۷۹ھ
۲۰ ۔ شیخ وجیہہ الدین گجراتی المتوفی ۹۹۸ھ اس پر عبدالحکیم سیالکوٹی المتوفی ۱۰۶۷ھ نے حاشیہ لکھا پھر اس پر حافظ امان اللہ بن حسین بنارسی المتوفی ۱۳۳۳ھ کا حاشیہ ہے۔
۲۱ ۔ تعلیق سید شریف جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ
۲۲ ۔ تعلیق شیخ الشیوخ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی المتوفی ۸۲۵ھ

بروکلمان نے شروح کی تعداد تراسی بتائی ہے اور ان کی فہرست مرتب کی ہے [۲۸]

خلاصہ کلام یہ کہ تفسیر بیضاوی کو امہات کتب تفسیر میں شمار کیا جاتا ہے، اور جو شخص قرآن حکیم کے مطالب و معانی اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہ ہونا چاہے وہ اس سے ہرگز بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ یہ تفسیر معروف، متداول اور عام دستیاب ہے [۲۹]

---

[۲۸] دائرۃ المعارف اردو ۵/۲۸۶

[۲۹] تاریخ تفسیر والمفسرین ص ۲۷۲

وفات :

حافظ ابن کثیر اور سیوطی نے صفدی کے حوالے سے ان کا سن وفات ۶۸۵ھ تحریر کیا ہے - لیکن سبکی[۳۰] نے ۷۱۶ھ لکھا ہے - ان کو چرنداب کے قبرستان میں دفن کیا گیا - دائرۃ المعارف اردو ۶/۹۹ پر تبریز کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ "چرنداب تبریز کی ایک مضافاتی بستی کا نام تھا"[۳۱] اب وہ تبریز کے اندر ہی شامل ہے -

علما کی آرا :

علامہ بیضاوی کے معاصرین کے علاوہ ہر دور کے علمائے کرام نے ان کی دینی خدمات اور بلند پایہ مفسر کی وجہ سے انھیں خراج عقیدت پیش کیا ہے -

قاضی شہبہ طبقات میں لکھتے ہیں :

"بیضاوی کثیر التصانیف اور آذربائیجان کے علاقے کے عظیم ترین عالم تھے - آپ کو شیراز کا قاضی مقرر کیا گیا تھا"[۳۲]

امام سبکی فرماتے ہیں :

"بیضاوی جلیل القدر امام ، بہت بڑے مناظر ، عابد و زاہد اور شب زندہ دار تھے"[۳۳]

ابن حبیب لکھتے ہیں -

"تمام اہل قلم بیضاوی کی تصانیف کے مدّاح ہیں اور اگر وہ تفسیر کے سوا اور کوئی کتاب تحریر نہ کرتے تو وہی کافی تھی"

جلال الدین سیوطی بیضاوی کے حاشیہ نواہد الابکار و شواہد الافکار میں لکھتے ہیں :

---

۳۰ البدایہ والنہایہ ، التبیان فی علوم القرآن ص ۶۸۵ ، شذرات الذہب ۵/۳۹۳

۳۱ دائرۃ المعارف ۶/۹۹ (تبریز)

۳۲ شذرات الذہب ۵/۳۹۲ - ۳۹۳

۳۳ ایضاً ۵/۳۹۲

"قاضی ناصر الدین بیضاوی نے کشاف کا بہت عمدہ خلاصہ تیار کیا ہے اور معتزلی نظریات کو چھانٹ دیا ہے۔ اب یہ تفسیر اور اس کے مصنف آفتاب نصف النہار کی طرح معروف و مشہور ہیں۔"

حاجی خلیفہ[۳۴] رقم طراز ہیں:

"بیضاوی بڑے متبحر عالم تھے انھوں نے جملہ علوم و فنون میں جو جوہر دکھائے وہ کہیں توضیح و تمییل اشارات و استعارات کو بے نقاب کرتے ہیں اور کہیں معقولات کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کرتے ہیں۔"

مولانا المنشی[۳۵] لکھتے ہیں:

اولوا الالباب لم یاتوا — بکشف قناع ما یتلی
ولکن کان للقاضی — ید بیضاء لا تبلی

ترجمہ: بڑے بڑے عبقری قرآن پاک کی تفسیر کا حق ادا نہ کر سکے لیکن قاضی بیضاوی نے اس کا حق ادا کر دیا۔

---

۳۴ تفسیر والمفسرین ج ۱/۳۰۲

۳۵ ایضاً

حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد حسین ہیکل

مترجم

ابو یحییٰ امام خان

قیمت ../۱۸۰ روپے